سفرنامہ شیخ الہندؒ

اسیر مالٹا

از

شیخ الحرم مولانا حسین احمد صاحب مدنی

دینی بک ڈپو دہلی

1965

قیمت

1969.

تین روپے

سنہ ۱۹۴۷ء

مطبوعہ

علیمی پریس دہلی

بھی ہیں۔ کنویں میٹھے بکثرت ہیں۔ بارش بھی خوب ہوتی ہے۔ حجاز کے لئے طائف ہند میں شملہ کی مانند ہے۔ ترکی گورنر اکثر گرمیوں میں طائف میں رہا کرتا تھا۔ اور بڑے درجہ کے حکام اور اہل عرب شریف وغیرہ بھی وہاں ہی چلے جاتے تھے۔

فتنہ حجاز

جب ہم مکہ معظمہ میں پہونچے تو عجیب عجیب افواہیں مشہور تھیں عام بدؤں اور اہل شہر کی زبانی سُنا جاتا تھا کہ عنقریب بد عملی ہونے والی ہے۔ شریف حسین انگریزوں سے ملا ہوا ہے اور بغاوت کرنیوالا ہے۔ مگر ترکی استقلال میں کوئی فرق نہ تھا۔ ترکی فوج تمام حجاز میں غالباً چار یا پنجہزار ہوگی۔ کیونکہ اکثر فوج دوسرے مقامات جنگ پر چلی گئی تھی۔ شریف نے باب عالی کو اطمینان دلا رکھا تھا کہ حجاز کا ذمہ دار میں ہوں یہاں زیادہ قوت رکھنے کی ضرورت نہیں۔ جائے ضرورت جنگ پر اپنی قوت پہونچاؤ۔ یہ موجودہ فوج بھی جدہ۔ مکہ۔ طائف پر منقسم تھی۔ ہم کو یہ بھی۔ ہم کو یہ بھی اسوقت کہا گیا کہ جلد طائف جانا اور لوٹ آنا چاہیے۔ مبادا بد عملی ہو جائے۔ مگر ہم کو یقین کامل نہ ہوا۔ اسی زمانہ میں یہ بھی خبر مشہور ہوئی تھی کہ گورنمنٹ برطانیہ کی طرف سے کوئی خط شریف کے نام آیا ہے کہ فلاں تاریخ تک یا تو تم ترکوں کو حجاز سے نکال دو۔ ورنہ ہم شریف علی کو (جو پہلے شریف حجاز تھا اور شریف حسین موجودہ کا بہنوئی ہے اور اسوقت مصر میں مقیم تھا) اس کو حجاز کا شریف بنا کر بھیجیں گے (نہ معلوم یہ خبر کہاں تک صحیح تھی) جدہ میں ہمیشہ جنگی آگبوٹ آتے اور بندر میں تین تین چار چار اور کبھی کم زیادہ جمع ہو جاتے تھے اور کھڑے رہ کر چلے جاتے تھے۔ نہ وہ کچھ تعرض کرتے تھے اور نہ ترکی حکومت ان سے۔

ہم اس رسالہ میں اُن واقعات کو دکھلانا نہیں چاہتے جو اس فتنہ کے زمانہ میں ہوئے۔ کیونکہ اس کے لئے ہمارا ارادہ ہے کہ اگر خدا کو منظور ہوا تو مستقل رسالہ لکھیں گے۔ اس مقام پر تو فقط حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا سفرنامہ لکھنا ہے ہمکو طائف پہونچکر کچھ طبیعت سیر ہونے کا موقعہ ہاتھ آیا تھا کہ شتربان آیا اور کہا کہ اگر چلتے ہو تو شتر حاضر ہے ورنہ میں آٹھ دن کے بعد پھر آؤنگا مطوف صاحب اور ہم لوگوں کی رائے ہوئی کہ ایک ہفتہ یہاں اور قیام کر لیا جائے۔ اس کے بعد مکہ معظمہ جانا چاہئے۔ اتفاق سے اسوقت طائف میں میوے بہت کم تھے۔ شہتوت اور خوبانیوں وغیرہ کا ابتدائی موسم تھا۔ البتہ شہد خوب آتا تھا۔ دو چار دن کے بعد مولانا مرحوم نے تقاضا فرمایا کہ مکہ معظمہ چلنا چاہئے مگر شتربان جاچکا تھا۔ ایک دو دن کے بعد پھر زیادہ تقاضا فرمایا۔ ہم نے جب دوسری سواریاں تلاش کیں تو معلوم ہوا کہ راستہ بند ہو گیا ہے۔ ہم اس وقت راز کو نہ سمجھ سکے کہ کیوں اسقدر تقاضا کیا جارہا ہے۔ مگر دو ہی تین دن کے بعد معلوم ہو گیا کہ آئندہ آنیوالے واقعات نے خلاف عادت مولانا کو تقاضائے سفر پر مجبور کیا ہے۔ جن کو نظر کشفی سے مولانا نے معلوم کر لیا تھا۔ مگر چونکہ ضبط اور اخفاء کا مادہ بہت زیادہ تھا۔ ادہر مقام رضا میں قدم راسخ تھا۔ اس لئے چند مرتبہ ظاہری تقاضا کرنیکے بعد چپ ہو رہے اور پھر معلوم ہوا کہ طائف نہایت سخت خطرہ میں پڑ گیا ہے۔ اس لئے جو لوگ باہر باغوں میں مقیم ہیں ان کو شہر پناہ میں چلا جانا ضروری ہے۔ چنانچہ ہمارے مطوف سید امین عاصم صاحب بھی مع اپنے اہل و عیال شہر میں سید علی حبشی کے مکان پر چلے گئے اور ہمارے لئے بھی وہاں ایک کوٹھری لے دی۔ تمام شہر میں اس وقت ہل چل تھی ۹ شعبان روز شنبہ کو ہم لوگ شہر میں چلے گئے تھے۔ ترکی افسر دل

کو بھی یہ بات محسوس ہو گئی۔ اُنھوں نے شہر کے اردگرد حسب قواعد جنگ مورچے بنائے اور جن جن باغوں اور مکانوں کو مورچہ کے لئے مناسب جانا اُن کو خالی کرالیا گیارہویں شعبان کی شب کو صبح صادق کے قریب چاروں طرف سے شریف کی فوجوں نے چڑھائی کی جو کہ زیر کمان عبداللہ بیگ کام کر رہی تھیں۔ صبح صادق کے وقت ہم سب بمعیت حضرت مولانا مرحوم صبح کی نماز کے لئے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مسجد میں جارہے تھے کہ ناگاہ ایک بندوق کی آواز سنائی دی۔ پھر تو چاروں سے بندوقیں چلنے لگیں۔ ترکی فوج جس نے چاروں طرف حسب قواعد جنگ مورچے بنا رکھے تھے پورے طور سے جواب دیتی رہی۔ اگرچہ ترکی فوج کی مقدار تقریباً ایکہزار مسلح سپاہی کے تھی باقیماندہ لوگ مسلح نہ تھے۔ مگر چونکہ منظم جماعت تھی اس نے بدوی فوجوں کو بہت زیادہ اور قوی نقصان پہونچایا۔ بدوؤں کی مقدار بہت زیادہ بتائی جاتی ہے۔ اس سے دو دن پہلے مکہ معظمہ، جدہ، ینبع، مدینہ منورہ میں یہی واقعہ پیش آچکا تھا، کیونکہ شریف نے انتظام کیا تھا کہ ایک ہی دن میں سب جگہ یہ کام ہو۔ اس جنگ کی وجہ سے جو لوگ طائف میں غلہ اور ترکاری میوہ وغیرہ لاتے تھے اُن کا آنا بند ہو گیا اور یہاں سے باہر کا جانا بھی بند ہو گیا۔ ادھر فوجی حکام کو رسد کی فکر ہوئی۔ حسب قواعد جنگ اُنھوں نے تاجروں سے موجودہ غلہ کی نصف مقدار لینی شروع کی۔ جس نے خوشی سے دیدیا اُس کی مقدار میں سے نصف لے لیا، اور نصف چھوڑ دیا اور لئے ہوئے نصف کی قیمت اُسوقت کے حساب سے لگا کر اس کو رسید دیدی کہ حکومت ترکی بعد از جنگ یہ مقدار تجھ کو ادا کرے گی۔ البتہ جن لوگوں نے چھپایا اُن پر تشدد کیا گیا اور تمام مال تجارت ان کا خورو نوش اور

ضروریات فوجی کی قسم کا لے لیا گیا۔ فقط بمقدار ان کے اہل و عیال کی ضرورت کے ان کو دیدیا گیا۔ ادھر تو شہر میں غلّہ کی کمی اُدھر آمد بالکل بند غرضکہ اس وجہ سے شہر میں سخت گرانی ہوگئی۔ پھر شریف کے لوگوں نے نہر کو بھی اوپر سے بند کردیا۔ اس وجہ سے پانی کی سخت تکلیف ہوئی۔ اگر قشلہ (فوجی قیامگاہ) کا کنواں نہ ہوتا تو زیادہ پریشانی کا سامنا ہوتا۔ اگرچہ شریف کی فوج کثیر التعداد بھی تھی اور اُس کے پاس نئی اور عمدہ انگریزی رائفلیں بھی تھیں اور سامان جنگ نہایت کثرت سے تھا۔ مگر باوجود سعی بسیار ان کو کامیابی نہیں ہوئی۔ جب اُنھوں نے ہجوم کیا مُنہ کی کھائی۔ دن رات برابر گولیاں چلتی رہتی تھیں۔ ترکی فوج اُن کے مجمعوں پر توپوں سے گولے برساتی تھی۔ نصف رمضان تک یہی حالت رہی اُس کے بعد وہ مصری فوجیں جو جدہ میں اسکے لے لینے کے بعد اُتاری گئی تھیں اور جنہوں نے مکّہ معظمہ کے قلعہ اور قشلہ کو توپوں کے ذریعہ سے فتح کیا تھا۔ طائف میں مع توپوں کے پہونچیں اور طائف کے چاروں طرف سے توپیں سات یا آٹھ نصب کرکے قلعہ اور قشلہ پر گولہ باری کرنے لگیں۔ صبح صادق سے تقریباً بارہ بجے تک یہ عمل ہوتا رہا۔ اُسکے بعد توپیں ٹھیر جاتی تھیں۔ ترک بھی انکا جواب دیتے تھے۔ یہی حال عید مُبارک تک رہا۔ افسوس کہ عید کے دن بھی شریف کے لوگوں نے جنگ کو موقوف نہ کیا۔

مولانا کا رمضان طائف

چونکہ رمضان کا مہینہ طائف میں نہایت بدامنی کی حالت میں واقع ہوا تھا اس لئے نہ تو دن کو حسب خواہش لوگوں کو خوراک کا انتظام کرنا ممکن ہوتا تھا۔ نہ مساجد میں تراویح وغیرہ کا انتظام حسب ضرورت ہورہا تھا۔ مسجد ابن عباسؓ وہاں کی بڑی مسجد ہے اس میں بھی تراویح الم ترکیف سے ہوتی تھیں۔

اور اس میں بھی بہت کم آدمی آتے تھے۔ باقی لوگ محلہ کی مسجدوں اور اپنے مکانوں میں پڑھتے تھے۔ کیونکہ گولیاں ہر وقت اوپر سے گذرتی رہتی تھیں۔ مولانا نے بھی اولاً مسجد ابن عباسؓ میں حسب عادت سابقہ تراویح پڑھنی شروع کی۔ مگر چونکہ راستہ وہاں کا ایسا تھا۔ جہاں پر گولیاں برابر آتی رہتی تھیں اس لئے اس مسجد میں جاتے وقت خطرہ ضرور رہتا تھا اور پھر ایک شب میں یہ واقعہ پیش آیا کہ نماز مغرب پڑھکر فارغ ہوئے ہی تھے اور ابھی نفل وغیرہ پڑھ رہے تھے اور اندھیرا ہو چکا تھا کہ بدوّوں نے ہجوم کیا مسجد ابن عباس کی چھت اور میناروں پر بھی ایک بڑا دستہ ترکی فوجیوں کا تھا اور مسجد کے قریب جو دروازہ تھا وہاں پر مورچہ بھی تھا۔ غرضکہ طرفین میں خوب تیز گولی اور گولوں کی بارش دیر تک ہوتی رہی۔ خود مسجد میں بھی برابر گولیاں برستی رہیں۔ جو لوگ مسجد میں باقی تھے وہ ایک کونہ میں جدھر گولیوں کے آنے کا گمان نہ تھا بیٹھ گئے۔ اس روز تراویح بھی نہیں ہوئی فقط چند آدمیوں نے بوقت نماز عشا ایک طرف پڑھ کر جب کچھ سکون ہوا چلے گئے۔ اس کے بعد احباب اور خصوصاً سیّد امین عاصم صاحب نے اصرار کیا کہ آپ مسجد ابن عباس میں نماز کے لئے نہ جایا کریں۔ دروازہ مکان کے قریب جو مسجد ہے اس میں ہمیشہ نماز با جماعت پڑھا کریں۔ چنانچہ تمام رمضان اوقات خمسہ کی نماز وہاں پڑھتے تھے۔ اس سال تراویح فقط الم ترکیف سے پڑھی گئی۔ اس کے بعد مولانا رحمۃ علیہ نوافل میں سحر کے وقت تک مسجد میں مشغول رہتے تھے۔ مولوی عزیز گل صاحب اور کاتب الحروف بھی اسی مسجد میں علیحدہ علیحدہ نفلوں وغیرہ میں وقت گذارتے۔ چونکہ گرمیوں کی رات تھی جلد تر سحر کا وقت ہو جاتا تھا۔ پھر آ کر کچھ سحری پکاتے جو کہ میٹھے چاول

ہوتے تھے۔ مگر چونکہ شکر وہاں ملتی نہ تھی۔ اس لئے شہد کو بجائے شکر کے چاول اور چائے میں استعمال کرتے تھے، اور اکثر تو نمکین چاول بغیر گوشت کے پکائے جاتے تھے۔ اس وقت طائف میں چاول وغیرہ بھی دستیاب ہونا مشکل ہوتا تھا۔ ایک آنہ والی روٹی آٹھ آنے کو بمشکل ملتی تھی۔ مگر دہلی کے تاجروں میں سے حاجی ہارون مرحوم نے تھوڑے سے چاول مولانا مرحوم کے لئے ہدیۃً بلا طلب بھیجدیئے تھے جو کہ عمدہ قسم کے تھے۔ اُنھوں نے بہت کام دیا۔ اس مدت میں جو کہ تقریباً دو ماہ تھی ہم نے دس بارہ اشرفی طائف میں بوجہ سخت گرانی کھا ڈالیں۔

طائف سے روانگی

عید کے بعد چونکہ تمام اہل شہر بھوک سے مرنے لگے تھے حکام کے پاس جا کر شکایت کی کہ اب ہمارے پاس کھانے کے لئے کچھ نہیں رہا۔ ہمارے پاس جتنے حیوانات دودھ یا سواری کے تھے کھا ڈالے غلہ سب ختم ہو گیا۔ اب ہمارے لئے کوئی صورت سوچیئے ہم سب مرے جاتے ہیں۔ اُنھوں نے کہا کہ اچھا صبح کے آٹھ بجے تک باب ابن عباس سے روانگی کے لئے ہم تمکو اجازت دیں گے ہم اپنی حد میں تمکو کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ باقی شریف کے آدمی تمکو نقصان پہنچائیں تو اسکے ہم ذمہ دار نہیں۔

الحاصل لوگوں کو اس طرح ایک فارم مع اُنکے اہل وعیال کے نام کا دیا جاتا اور اُن سے عہد لیا جاتا تھا کہ وہ کہیں آکر ترکی حکومت سے جنگ نہ کرینگے۔ پھر اُنکو مع اُن کے ضروری اسباب کے باہر نکلنے دیا جاتا تھا۔ جب اس طرح سے لوگ نکلنے لگے تو پھر ہم سبھوں کو بھی ضروری معلوم ہوا کہ نکل چلیں۔ چنانچہ ۱۶ر شوال ۱۳۳۴ھ کو بوقت صبح ہم بھی باب ابن عباس سے نکلے اور